خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 48

Track - 1

44:00

''عقیدہ''

بسم اللہ ...

تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو ہمیں یہ شہادت فراہم ہوتی ہے کہ جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس وقت سے یہاں دو طاقتیں آپس میں سربگریباں ہیں۔اور دونوں طاقتیں ایک دوسرے کو شکست دینے، ایک دوسرے کو کمزور کرنے ، اور ایک دوسرے کو ختم کردینے کے درپے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ انسان جب سے پیدا ہوا اور جب تک اس دنیا میں رہے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی عقیدے پر کاربند ہو۔ یعنی انسان کی سب سے بڑی ضرورت یا انسان کی سب سے بڑی کمزوری کسی عقیدے پر قائم رہنا ہے۔ کوئی انسان عقیدے کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور نہیں کرسکتا۔ عقیدے سے مراد ایک ایسا یقین ہے کہ جس یقین میں کسی ایسی ہستی کا ادراک ہو کہ جو ہستی جامع بھی ہے، قادر مطلق بھی ہے ، تخلیق کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور خالق بھی ہے۔ جب تک انسان صحیح عقیدے پر قائم رہتا ہے اس کے اندر سکون رہتا ہے۔ طمانیت قلب اسے حاصل ہوتا ہے۔ غم و آلام سے اس کو نجات مل جاتی ہے۔ اور جب کوئی انسان عقلی بھول بھلیوں میں گم ہوکر صحیح عقیدے پر قائم نہیں رہتا تو اس کے اوپر پریشانیوں کا، مصیبتوں کا اور بیماریوں کا ہجوم ہوجاتا ہے۔ دو عقیدوں سے مراد دو طرز فکر ہیں یا دو طرز عمل ہیں۔ ایک طرز فکر اور ایک طرز عمل ہمیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ ولسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلاتی ہے۔ اور دوسری طرز فکر ہمیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے راستوں کے برخلاف شیطانی راستوں پر چلاتی ہے۔ وہ شیطانی راستے ہو یا رحمانی راستے ہو دونوں پر چلنے کے لئے انسان کو اپنا ذاتی اختیار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بنایاہے کہ انسان کو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ذریعے اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ کردیا ہے۔ جب کوئی انسان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کو قبول کرکے اچھائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس طرز کو رحمانی طرز کہا جاتا ہے۔ اور جب کوئی انسان اچھائی کے برخلاف برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے ، تعمیر کی جگہ تخریب کو پسند کرتا ہے تو اس راستے کو شیطانی راستہ کہا جاتا ہے۔ لیکن نوع انسانی کی تاریخ بڑی عجیب تاریخ ہے۔ اس کے باوجود کہ انسان اس بات سے آگاہ ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے ، پیدائش کے بعد زندہ رکھنے کے لئے وسائل فراہم کرنے والا بھی اللہ ہے۔ جوانی کے بعد محنت مزدوری کرنے کے لائق بنانے

والا بھی اللہ ہے۔ انسان نے کبھی بھی اللہ کی طرف وہ دھیان اور توجہ نہیں دی
جو اس نے شیطان کی طرف توجہ دی۔ اس بات کو یوں بھی آپ کہہ سکتے ہیں
کہ انسانوں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی ہدایت پر عمل نہیں کیا ایک
شیطان کی ہدایت پر ہمیشہ عمل کرتا رہا۔ شیطانی عمل میں اور رحمانی
عمل میں اگر آپ فرق ڈھونڈنا چاہیں وہ یہ ہے کہ جب رحمانی عمل آپ کے
سامنے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہی بات فرماتے ہیں کہ ساری انسانی برادری ایک
باپ اور ایک ماں کی اولاد ہے۔ سب آپس میں بھائی بھائی ہے۔ نہ یہاں کوئی
خاندان ہے، نہ یہاں کوئی قبیلہ ہے۔ نہ کوئی یہاں بادشاہت ہے، نہ کوئی یہاں
ملازم ہے۔ وقبائیل لتعارف ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
یہ تمہارے قبیلے ہیں یہ تعارف کے لئے تو ٹھیک ہیں کہ تم برادری سسٹم قائم
کرلو کہ بھئی یہ فلاں برادری ہے، یہ فلاں برادری ہے، لیکن اس کی اللہ کے ہاں
کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں حیثیت یہ ہے کہ کس قبیلے نے انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی، اس پر عمل کرنے کی ، ہدایت
پانے کی جدوجہد اور کوشش کی۔ نوع انسانی کا المیہ یہ ہے کہ آپ غور کریں
کہ یہاں ایک اقتدار کی جنگ ہے۔ ہر آدمی یہ چاہ رہا ہے کہ اللہ کی زمین پر
قابض ہوکر اس کے علاوہ دوسری کوئی طاقت اس کے اقتدار میں شریک نہ ہو۔
حالانکہ زمین بھی اس کی نہیں ہے۔ آسمان بھی اس کا نہیں ہے۔ زمین پر وہ
ہمیشہ رہ بھی نہیں سکتا۔ اس کو اس بات کا بھی علم ہے کہ اگر اللہ نہ چاہتا
وہ اس زمین پر پیدا بھی نہ ہوسکتا تھا۔ یہ بات بھی علم میں ہے کہ اگر اللہ
عقل و شعور نہ دیتا تو وہ پاگل ہوتا۔ اس سے کوئی ایجاد بھی نہیں ہوسکتی
تھی۔ لیکن یہ ایک ایسی لڑائی ہے، فائٹنگ ہے دنیا میں ۔ نوع انسانی آپس میں
اس طرح سربگریباں ہے اور لڑ رہی ہے کہ وہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ ہم سب
کچھ ہیں باقی کوئی کچھ نہیں ہے۔ جبکہ بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ماں کے پیٹ
میں نو مہینے حیض کا خون پیتا ہے۔ ایک عام آدمی کی بھی یہی صورت ہے۔
پیدائش کا بھی طریقہ ایک ہے۔ ماں کے دودھ پینے کا بھی طریقہ ایک ہے۔ کسی
بادشاہ کا ، فقیرکا، امیر کا، غریب کا، مزدور کا، سیدکا، پٹھان کا بچپنا بھی ایک
ہے۔ تعلیم و تربیت کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی ایک ہے۔ کھانا پینا بھی سب کا
ایک ہے۔ مثلاً اگر آپ کھانے کو کیا کھائیں گے چاول کھائیں گے۔ گیہوں کھائیں گے۔
آلو کھائیں گے۔ یا اور جس طرح سیب ہے، انگور ہے، انار ہے یعنی زمین کے کسی
بھی خطے پر آپ چلے جائیں وہاں ضروریات زندگی تقریباً سب کی یکساں ہے۔
ہر آدمی کھانے پر مجبور ہے۔ ہر آدمی سونے پر مجبور ہے ہر آدمی شادی کرنے
پر مجبور ہے۔ ہر آدمی بچے پیدا کرنے پر مجبور ہے۔ ہر آدمی بچوں کی پرورش
کررہا ہے۔ اس کے باوجود کہ اللہ کے نظام میں ہر جگہ یکسانیت ہے انسان اپنے
آپ کو الگ سے ایک نمایاں چیز بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ ... وہ کہتے
صاحب میں تو بادشاہ ہوں۔ بھائی اگر تو بادشاہ ہے تو تیرے اوپر موت نہیں آنی
چاہئیے۔ تجھے قبر میں دبنا نہیں چاہئیے۔ اگر تو بادشاہ ہے تیری پیدائش اس طرح

ہونی چاہئے کہ تو آسمان سے گر پڑتا۔ جس گندگی غلاظت سے ہر انسان تخلیق
پاتا ہے۔ اسی گندگی غلاظت سے بادشاہ بھی تخلیق پاتا ہے۔ جس طرح ایک
بادشاہ مجبور ہے پاخانہ پیشاب کرنے پر اس طرح ایک عام آدمی مجبور ہے پاخانہ
پیشاب کرنے پر۔ چلویہی ایک خصوصیت ہوتی ہے بھئی ایک آدمی جو ہے وہ
کروڑوں آدمیوںکا بادشاہ ہے لیکن وہ پاخانہ پیشاب سے مستغنیٰ ہے اس سے اس
کو نجات مل گئی۔ وہ ایسا بھی نہیں ہے۔ بادشاہ کو بھوک بھی لگتی ہے۔
بادشاہ سونے پر بھی مجبور ہے۔ اس کے پیٹ میں بھی درد ہوتا ہے۔ وہ بیمار
بھی ہوتا ہے۔ اسے کینسر بھی ہوتا ہے۔ وہ مر بھی جاتا ہے۔ تو ایک بادشاہ میں
عام آدمی میں کیافرق ہوا؟ جتنا بھی آپ اس کو تلاش کریں ۔ فرق صرف یہ ہوا
کہ اس کے ارد گرد بہت سارے لوگ جمع ہوگئے۔ اس نے اس کو ایک طاقت بنالیا۔
اور اس طاقت سے ا س نے عوام لناس کے اوپر ظلم کرنا شروع کردیا۔ وہ ظلم
کی وجہ سے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ بس سب کچھ میں ہی ہوں ، میں جو
چاہوں وہ کرسکتا ہوں۔ فرعون بن گیا۔ لیکن جب ملک الموت آتا ہے اس کی
فرعونیت ختم ہوجاتی ہے۔ نمرودکے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ وہ خدائی کا
اس نے دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر ایک مچھر مسلط کردیا۔ اس کے
دماغ میں ایک مچھر گھس گیا۔ وہ جب کاٹتا تھا اسے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔تمام
حکماء آئے بڑے بڑے علاج تجویز کئے۔ وہ کسی بھی طرح علاج کارگر جب نہیں
ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کسی کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ اگر جوتے سے پٹائی کی
جائے تو آرام ملے گا۔وہ جوتا نکال کے اس کے نمرود کے سر میں جب دو چار مارے
گئے تو اسے بڑا آرام ملا۔ اور وہ جناب جوتا پیٹتے پیٹتے مرگیا۔ اچھی بادشاہت ہے
بھئی۔ خدائی کا دعویٰ بھی ہے۔ نمرودنے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ پھر شداد
صاحب آئے۔ انہوں نے بھی خدائی کا دعویٰ کردیا۔ اور ان کو سجدہ کرنے والے
لوگ بھی مل گئے۔ اس نے یہ کہا کہ بھئی جنت بنانی چاہئے۔ تاکہ میں اپنے ماننے
والوں کو جنت میں رکھوں اور جو نہ ماننے والے ہیں ان کو جنت سے محروم
کردوں۔ اس کے دماغ میں یہ خناس سمایا کہ جنت بنانی چاہئے۔ جنت بنا لی اس
نے ۔ جنت بناتے وقت اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر میں مر گیا جنت دیکھنے
سے پہلے مر گیا تو میری جنت بنانے کا کیا فائدہ ہوگا۔ تو اس نے اللہ سے دعا
کی۔ اور دعا میں یہ کہا کہ اللہ میاں! آپ کو تو پتہ ہے کہ آپ سچے خدا ہیں
میں جھوٹاخدا ہوں۔ اب میں آپ کے علاوہ کہاں جاسکتا ہوں۔ کس سے دعا
کرسکتا ہوں۔ مجھے کچھ دعا آپ سے کرنی ہے اسے قبول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے
کہا بھئی جو دعا مانگے۔ میں قبول کرلوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ سے اس نے یہ کہا کہ
صاحب! میں یہ چاہتا ہوں کہ میری موت میری مرضی کے مطابق آئے۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس نے کہاکہ میری موت اس طرح آئے کہ نہ میں کھڑا
ہوا ہوں ۔ نہ میں بیٹھا ہوا ہوں ۔ نہ میں لیٹا ہوا ہوں ۔ نہ میں دروازے کے اندر
ہوں نہ دروازے کے باہر ہوں۔ نہ میں سواری پر ہوں۔ ساری وہ اپنی دانست
میں جتنی بھی حرکات و سکنات آسکتی تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ

میری اس طرح موت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ٹھیک ہے بھئی۔ تو نے ہم سے دعا
مانگی ہے چل ہم نے قبول کی۔ اب وہ جب جنت دیکھنے گیا ۔ جنت تیار ہوگئی
اور اس کو کہا کہ بھئی جنت چلیں آپ دیکھ لیں اس کو۔ معائنہ کریں، افتتاح
کریں۔ توگھوڑے پر جب وہ جنت میں گیا تو گھوڑے کے دو پیر جنت کے باہر کے
دروازے کے اندر تھے۔ اور دو پیر باہر تھے۔ گھوڑا اڑ گیا۔ اس کو بڑا کھینچا، تانا،
مارا ، پیٹا ، لیکن صاحب وہ بڑا ٹس سے مس نہیں ہوا اور وہ اپنی دو ٹانگوں پر
پیچھے کھڑا ہوگیا۔ وہ خدا صاحب نعوذ باللہ گرتے گرتے بچے۔ تو پھر طے یہ ہوا
کہ صاحب گھوڑا تو اندر جانہیں رہا آپ یہیں اتر جائیں۔ ٹھیک ہے بھئی۔ اب وہ
جب اترا تو ایک پیر اس کا رکاب میں تھا۔ اور ایک پیر اس کا غلام کے ہاتھ پر تھا۔
اور وہیں مرگیا۔ایسی عجیب وغریب موت دیکھ کر ملک الموت کا دل بھی پسیج
گیا۔ اور اس نے ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ! آپ نے اس کو
اتنی چھوٹ دی کہ یہ خدا بن گیا۔ آپ نے اس کی خدائی کو تسلیم کرلیا۔ اب جب
یہ جنت دیکھنے کے قابل ہوگیا جنت دیکھنے آیا تو آپ نے اسے جنت نہیں دیکھنے دی
اس کو ۔ اگر یہ جنت دیکھ ہی لیتا تو آپ کی خدائی میں تو کوئی فرق آتا نہیں
تھا۔اس کی حسرت ہی پوری ہوجاتی۔ جہاں تک خدائی کاتعلق ہے وہ تو سب
جانتے ہیں کہ آپ کے علاوہ تو کوئی خدا تو ہو نہیں سکتا۔ یہ بات سن کر اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عزرائیل تجھے پتہ ہے یہ کون ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ!
آپ کی مخلوق کا ایک بندہ ہے۔ وہ کہا نہیں پلٹ کر دیکھو۔ تو ملک الموت نے یہ
دیکھا کہ سمندر میں ایک جہاز جارہا ہے اس جہاز پر قذاق چڑھ گئے اور انہوں
نے وہاں لوٹ مار شروع کردی۔ اور اتنی اس میںجہاز میں افراتفری مچی کہ وہ
پورا جہاز ہی ڈوب گیاپانی میں۔ اس میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے
ملک الموت سے کہا کہ اس بچے کو ایک تختے پر ڈال کر اور چھوڑ دو۔ ملک
الموت نے یہی کیا کہ اس بچے کو تختے پر ڈال کر اس کو چھوڑ دیا۔ تب بھی ملک
الموت نے حضرت عزرائیل نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ شیر خوار
بچہ اس کو مچھلیاں کھاجائیں گی یہ تختے پہ کہاں جائے گا ، کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا جو ہم کہتے ہیں بس وہ کرو۔ تو ملک الموت کو جب یہ بات یاد آئی
اس نے دیکھا سارا نقشہ فلم کی طرح اس کے سامنے گھوم گیا۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا اے عزرائیل! یہ وہی بچہ ہے جس نے خدائی کادعویٰ کیا تھا۔ جو شداد بن
گیا۔ ہم نے اس کو کس طرح سمندر کی موجوں سے بچایا۔ کس طرح اس کو
ساحل پر لے گئے۔ کس طرح اس کی پرورش کی ۔ کس طرح اس کو عقل و
شعور دیا۔ اور اس ساری ہماری نعمتوں کا احسان اس نے یہ چکایا کہ اس نے
خدائی کا دعویٰ کردیا۔ تو اب آپ دیکھئے اس میں کتنا بڑا سبق ہے کہ ایک بچہ
شیر خوار بچہ ۔ نہ ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی معاشر ہ ہے ۔ایک تختے پہ ڈال
کے اس کو سمندرکے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اب آپ ذرا اندازہ لگائیں کس
طرح وہ ساحل پہ لگا ہوگا۔ وہاں کوئی آدمی ہوگا۔ اس نے اس کو پکڑا ہوگا۔
پھر اس کی پرورش کی ہوگی۔ پھر وہ جوان ہوا ہوگا۔ پھر اس نے اپنی کوئی

تنظیم بنائی ہوگی۔ جماعت بنائی ہوگی۔ اور وہ بادشاہ بن گیا اور بادشاہ بن کر
اس نے خدائی کا دعویٰ کردیا۔ اور جنت بھی بنادی۔ تو اس واقعہ میں یہ سبق
ہے کہ یہاں کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ہے جب انسان اس میں اپنی ذات کو شامل کردیتا ہے ۔ انسان اللہ کے
مقابلے پر کھڑا ہوجاتا ہے انسان اللہ کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے کی بجائے
شیطانی راستے کو اہمیت دیتا ہے۔ تو قانون قدرت یہ ہے کہ پھر قدرت ناراض
ہوجاتی ہے۔ یہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر دو طرزیں کام
کرتی ہیں۔ ایک تعمیری طرز ہے اور ایک تخریبی طرز ہے۔تعمیری طرز جب تک
ہے تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل رہتی ہے۔ اور جیسے ہی انسان
تعمیری طرز سے ہٹ کر تخریبی طرز میں داخل ہوتا ہے یعنی شیطانی طرز میں
داخل ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ قرار پاجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی
رحمتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ آپ اپنے اسلاف کے بارے میں غور کریں ۔ ہمارے
اسلاف کی وہی پوزیشن تھی جو آج امریکہ کی ہے ۔لیکن ہماری پوزیشن آج جو
ہے وہ اتنی خراب ہے کہ ہم یہ کہتے بھی نہیں شرماتے کہ ہمارے اسلاف ایسے
تھے جنہوں نے سائنسی ترقی کی ۔ سائنسی ایجادات کیں۔ ساری دنیا میں
حکمرانی کی۔ساری دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نام کا غلغلہ بلند کیا۔
ساتھ ساتھ ایک بات اور یہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو
اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پسند کرتے ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اولیاء
اللہ کو پسند کرتے ہیں۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے قوم کتنی ہی گنہ گار گزری ہو
کتنی بھی اس نے اللہ اور رسول کے ساتھ بغاوت کی ہو لیکن اس قوم میں ضرور
ایسے بندے ہوتے ہیں جو اللہ اور رسول کی بغاوت سے محفوظ رہنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان کے اوپر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ تو بات
عقیدے پر تھی کہ عقیدہ، دیکھئے عقیدہ ہندوؤں کا بھی ہے، عقیدہ مسلمانوں کا
بھی ہے۔ عقیدہ یہودیوں کابھی ہے، عقیدہ نصاریٰ کا بھی ہے۔ وہ بھی یہ کہتے
ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر
ایمان رکھتے ہیں۔ وہ بھگوان کہتے ہیں ، ہم رحمان کہتے ہیں ، کوئی گاڈ کہتا
ہے۔ کوئی کچھ اور نام اللہ کا اس نے رکھا ہوا تھا۔ یعنی جتنے مذاہب ہیں ان
مذاہب میں ایک ہی بات آپ کو ملے گی کہ ہر مذہب یہ بتاتا ہے کہ ایک اللہ کے
اوپر آپ کا یقین ہونا چاہئیے اور عقیدہ ہونا چاہئے۔ اب زبانی جمع خرچ کہ اللہ
ایک ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ اللہ ایک ہے اس کا عملی مظاہرہ یہ بالکل الگ بات
ہے۔ مذہبی بنیاد پر جب کسی آدمی کا یقین اللہ کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے تو وہ
صحیح ہے۔اور اگر وہ صرف زبانی خرچ ہے آپ کہہ رہے ہیں تعمیر بہت اچھی چیز
ہے لیکن عملاً تخریب سرزد ہورہی ہے تو یہ عقیدے کی کمزوری ہے۔ عقیدے کا
مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ آپ کا عمل بھی ہو
اگر آپ تعمیر کا تذکرہ کررہے ہیں تو آپ کی ذات تعمیر کے علاوہ کچھ نہیں
ہے ۔لیکن آپ تعمیر کا تذکرہ کررہے ہیں اور تخریب آپ کے ذہن میں ہے تو یہ

عقیدہ کی خرابی ہے۔ اور اس کو صحیح العقیدہ آدمی نہیں کہہ سکتے۔ اب
عقیدہ تو یہودیوں کا بھی ہے۔ نصاریٰ کا بھی ہے۔ سب کا ہی ہے۔ ہندوؤں کا
بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ یہود و
نصاریٰ سے کبھی اچھی امید نہ رکھنا۔ یہ کبھی تمہارے دوست بن ہی نہیں
سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آج آپ یہود و نصاریٰ کو دیکھ لیں ، مسلمانوں
کو دیکھ لیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یہود و نصاریٰ کبھی تمہارے دوست نہیں
ہوسکتے۔ یہ قرآن شریف میں ہے۔ اب ماشاء اللہ پاکستان بنے ہوئے پچاس سال
ہوگئے ہیں۔ پچاس سال میں جو

up and down

ہوا ہے اور ہمارے سامنے جنگیں بھی آئی ہیں۔ ہمارے سامنے دوسرے قسم کے
حالات بھی آئے ہیں ۔ تو ایک ہی نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ اللہ کا کہا ہوا
برحق اور سچ ہے۔ حالانکہ عقیدہ ان کا بھی اللہ پر ہے ۔ بھئی عیسائی ہیں،
یہودی ہیں ۔ جو بھی دوسرے جتنے بھی غیر مسلم حضرات اپنے آپ کو کہتے ہیں
وہ کہتے تو یہی ہیں کہ ہمارا عقیدہ اللہ پر بھی ہے پیغمبرپر بھی ہے۔ یعنی
عیسائی یہ کہتے ہیں ہمارا عقیدہ اللہ پر اور حضرت عیسیٰ کے اوپر ہے۔ یہودی
یہ کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اللہ پر اور حضرت موسیٰ پر ہے۔ لیکن اللہ یہ
کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اسلام کے ساتھی نہیں ہوسکتے۔ ان کے اوپر کبھی
اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ اب دو صورتیں ہوگئیں۔ کہ عقیدہ میں اگر اللہ ہے تو
عقیدہ صحیح ہے۔ اسی صورت سے مسلمان قوم ہے ۔ اب مسلمان زبان سے
اللہ اللہ کہتے ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر زبانی عمل کرنے کا بڑا زور دیا
جاتا ہے۔ عملاً کچھ نہیں ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا بھی
اسلام پر عقیدہ کمزور ہے اور پورا نہیں ہے۔ عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمادیا اللہ کی طرف سے ہمارا اس پر سو فیصدی عمل ہو۔
سو فیصدی عمل نہ ہو تو ہم زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی جدوجہد اور
کوشش کریں۔ اسی بات کو ہم ہر نماز میں سورہ فاتحہ میں پڑھتے ہیں ...
اھدنا الصراط المستقیم ... اھدنا الصراط المستقیم ... ہر رکعت میں سورہ
فاتحہ پڑھتے ہیں ... (سورہ فاتحہ) ... اے اللہ تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت
بخشے یعنی جو عقیدہ ہم نے قبول کرلیا ہے اس عقیدہ میں ہمیں اسلام پر قائم
رکھے عقیدہ تو اور غیر مسلموں کا بھی ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ ہم سب سے
پہلے تو دیکھئے اللہ تعالیٰ کا مزاج ماں باپ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی
فرمایا کہ میں ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ ایک باپ
ہے اس کے آٹھ بیٹے ہیں۔ اس کی کیا خواہش ہوتی ہے؟ سب مل جل کر رہیں۔
آپس میں ایک دوسرے کا ادب احترام کریں۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ایک
دوسرے کا دکھ درد بانٹیں۔اب وہ بچے باپ کی بات کو مانیں نہ مانیں لیکن ہر
باپ کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کے بچے جو ہیں آپس میں پیار محبت سے

رہیں۔ ہر باپ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے کتنے بھی بچے ہوں وہ اکھٹے رہیں۔
اللہ تعالیٰ کی بھی یہی طرز ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری کائنات
میرا کنبہ ہے۔ میری اولاد ہے۔ اور فرماتے ہیں ... واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا
تفرقوا ... اللہ کی رسی کو متحد ہوکر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں
تفرقہ نہ ڈالو۔ آپ غور کریں ایک باپ کا مزاج کہ اس کی اگر آٹھ اولا د ہیں، بیٹے
بیٹیاںتو باپ یہی چاہتا کہ سب اکھٹے رہیں، سب خوش رہیں۔ یا اس کے علاوہ
بھی کچھ چاہتے ہیں؟ جی؟ اللہ بھی یہی کہتاہے کہ آپس میں متحد ہوکر
رہو۔تفرقہ نہ ڈالو۔ ٹوٹ پھوٹ نہیں ہونی چاہئے آپس میں۔ جب سے اسلام میں
یہ تفرقہ بازیاں آگئی ہیں مسلمان کمزور ہوگیا۔ اس کا عقیدہ بھی کمزور ہوگیا
ہے۔ اب سمجھ میں یہی نہیں آتا کہ بھئی کون سا عقیدہ صحیح ہے۔ دیوبندی
صاحبان کہتے ہیں کہ جی ہمارا عقیدہ صحیح ہے۔ ہم ہی جنتی ہیں۔ بریلوی
صاحبان کہتے ہیں نہ ان کا کیا پتہ جنتی ہیں نہیں ہیں ہم ہی جنتی ہیں۔ اور
کوئی گروہ کہتا ہے کہ نہیں صاحب ہم جنتی ہیں ۔ وہ کہے تو کیسے جنتی
ہوگئے۔اچھا چلو بھائی تم جنتی ہوں تو تمہارے پاس کوئی سند آئی تمہیں اللہ
میاں نے کہا ہے کسی فرشتے نے تمہارے کان میں پھونک ماردی کہ تم جنتی ہو۔
تمہارے پاس سند کیا ہے جنتی ہونے کا؟ کہ بس ہیں ہم ہمارا عقیدہ صحیح ہے۔
تو آپ یہ بتائیں کیا ایک اللہ ہے، ایک مخلوق ہے، دس عقیدے کس طرح ہوسکتے
ہیں؟ ایک باپ کی آٹھ یا دس اولادیں ہیں ۔ آپ یہ بتائیں کہ ایک باپ کی دس
اولادیں ہیں اس کے دو تین باپ کیسے ہوسکتےٍ ہیں؟ اچھا اللہ بھی ایک ہے۔
کتاب بھی ایک ہے۔ رسول بھی ایک ہے۔ اور فرقے ہیں کہ بڑھے چلے جارہے
ہیں ، بڑھے چلے جارہے ہیں، بڑھے چلے جارہے ہیں۔ پتہ نہیں کتنے فرقے بنے
جارہے ہیں۔ اب وہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اسلا م میں بہتّر فرقے ہوں
گے۔ اور ایک فرقہ جو ہے وہ صحیح ہوگا۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ تو قرآن
کے خلاف ہے۔ قرآن تو کہتا ہے ... واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ... کہ
اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ متحد ہوکرپکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ
ڈالو۔آج کے مسلمان میں اور ہمارے بڑوں کے اور اسلاف کے مزاج میں یہی بنیادی
فرق ہے کہ ان میں تفرقہ نہیں تھا۔ ساری امت مسلمہ ایک تھی۔اور جب ایک
تھی تو ایک ہونے کا جو فائدہ تھا وہ سب کے سامنے ہے۔ اب یہ غیر مسلم جتنے
ہیں آپ یہ دیکھیں سب ایک ہیں۔ سب نے یہ بات طے کرلی ہے کہ ......۔ قرآن
اگر ہم پڑھیں قرآن کے اندر اگر ہم تفکر کریں تو کیا ہمارے سامنے یہ بات نہیں
آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔ اللہ میاں کہتا ہے ایک مسلمان کا قتل پوری
مسلمان برادری کا قتل ہے۔ ہمارے ہاںلوگ آپس میں ہی قتل ہورہے ہیں۔
دیکھئے روز اخبار بھرے پڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کا بھی حال وہ ہوگیا ہے کہ وہ
اخبار والے بتاتے ہیں کہ جس روز اخبار میں قتل و غارت گری کی خبر نہیں ہوتی
اخبار ہی نہیں بکتا۔ یعنی ہر آدمی قتل کے خلاف ہے۔ ہر آدمی انسانی جان کو
اللہ پہ بڑا تکیہ کرتا ہے لیکن وہ اخبار والے کہتے ہیں جس روز قتل کی خبر نہیں

ہوتی اخبار نہیں بکتے یہ سب کیوں ہے؟ یہ سب اس لئے ہے کہ ہمارا جو
عقیدہ ہے اس عقیدہ میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ اس عقیدہ میں شکوک و شبہات
پیدا ہوگئے ہیں۔ اس عقیدہ میں کافر و مسلمان کا چکر چل پڑا ہے۔ مسلمان ،
مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے۔ اور حضور پاک ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ کافرکو بھی
کافر نہ کہو۔ ہوسکتا ہے جس وقت آپ کافر کو کافر کہہ رہے ہیں وہ مسلمان
ہی ہوگیا ہو۔ آپ گنہ گار ہوں گے۔ حضور پاک ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ
دوسرے مذاہب کے جو علماء ہیں انہیں برا نہ کہو۔ جب تم دوسرے مذاہب کے
علماء کو برا کہوگے وہ تمہارے علماء کو برا کہیں گے۔ ہمارے ہاں آپس میں ہی
ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ تو عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ آپ کا یعنی
مسلمان کا اللہ اور اللہ کے رسول پر اس طرح ایمان ہونا چاہئے کہ آپس میں
تفرقہ بازی نہ رہے۔ اگر آپس میں تفرقہ باقی رہے گا تو پھر یہ قرآن کی آیت کے
صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ... واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ... اس میں
کوئی ترجمہ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ واعتصموا ... پکڑ لو۔ بحبل اللہ ...
حبل کہتے ہیں رسی کو۔ اللہ کی رسی کو ۔جمیعاً ... متحد ہوکر ایک جگہ جمع
ہوکر۔ ولا تفرقوا ... آپس میں ٹکڑوں ، ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہوجاؤ۔ اللہ نے یہ
بھی کہا کہ جب تم مجتمع ہوجاتے ہو سب اللہ کے نام پر تو اللہ تعالیٰ دشمنوں
کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیتا ہے۔ اور جب تم آپس میں بٹ جاتے ہو ،
تفرقومیں اللہ تعالیٰ تمہاری ہوا خراب کردیتا ہے۔ یعنی دشمنوں کے دل سے
تمہارا رعب نکال دیتا ہے۔ آج کے دور میں جتنی ضرورت اتحاد کی ہے ۔ آپ سب
حضرات بھی اس بات سے واقف ہیں اتنی کبھی ضرورت نہیں تھی۔ غیر
مسلموں نے ایک پالیسی وضع کرلی ہے یہ سیاسی نوعیت کی بات ہوگئی لیکن
جو بات ہے وہ یہی ہے کہ ہم اس لئے کمزور اور ناتواں ہیں کہ ہم نے قرآن پر
عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اللہ کے اس پیغام کو سننا ہی گوارا نہیں کرتے کہ اللہ
کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لواور آپس میں اکھٹے ہوجاؤ، مجتمع ہوجاؤ۔
اسلام کی روح پر جب آپ غور کریں گے تو اسلام میں اجتماعیت کے علاوہ آپ کو
کوئی چیز نظر ہی نہیں آئے گی۔ اب یہ مساجد میں پانچ وقت کی نمازیں ، اس
میں اجتماعیت ہے۔ جمعہ کی نماز اس میں اجتماعیت ہے۔ عیدین کی نماز اس
میں اجتماعیت ہے۔ روزہ، سحر و افطار اس میں اجتماعیت ہے۔ حج، اس میں
اجتماعیت ہے۔ شادی بیاہ تقریبات میں شرکت اس میں اجتماعیت ہے۔ یعنی
اسلام کی روح ہی یہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں تفرقہ نہ رہے۔ لیکن
موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اسلام کی پہچان ہی تفرقہ بنادی گئی ہے۔ میرے
پاس لوگ آتے ہیں ملنے۔ سبھی طرح کے لوگ آتے ہیں۔السلام علیکم... وعلیکم
سلام ۔ آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ عقیدہ میرا کیا ہے بھئی میں... اللہ ایک ہے، رسول
ایک ہے ہم سب مسلمان۔ نہیں نہیں ہمارا مطلب ہے آپ کس مسلک سے تعلق
رکھتے ہیں۔بھئی میں حنفی ہوں۔ نہیں نہیں ہمارا یہ مطلب ۔ مقصد یہ وہ
مجھ سے یہ کہلانا چاہتے ہیں میں دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، شیعہ ہوں ، سنی

ہوں کیا ہوں۔ یعنی اسلام کی شناخت تفرقہ بن گئی ہے۔ تو جب صریح اللہ کی
خلاف ورزی ہوگی تو مسلمان کا عروج کس طرح ہوگا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی
فرمایا کہ تمہارے اندر اجتماعیت جو ہے وہی تمہارے لئے فتح کا باعث ہے۔ اور
جب اجتماعیت تمہارے اندر نہیں رہے گی تو تم منتشر ہوجاؤگے تمہاری ہوا اکھڑ
جائے گی۔ قرآن پاک، اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام و شکر ہے ابھی آج کل میں جو
ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمت و توفیق دی اس میں خوشی اس بات کی
ہے کہ بعد کے حالات کو اللہ تعالیٰ اچھے کریں جو بھی کچھ ہوگا۔ لیکن اب یہ
بات آج یہ بات ہر مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا موقع
فراہم کیا ہے کہ پوری قوم مجتمع ہے۔ یہ اتنا بڑا موڑ آیا ہے میں کہتا ہوں یہ
اتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت اورعنایت ہے کہ اس وقت ہماری وہی پوزیشن
ہے کہ بھئی امریکہ بھی ایک ایٹمی طاقت ہے ، ہم بھی ایٹمی طاقت بن گئے۔ تو
آپ جتنے بھی لوگ ہیں اس بات کی کوشش کریں اپنے خاندانوںمیں ، اپنے دوستوں
میں ، اپنی برادریوںمیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر اس طرح ممکن ہے
کہ ہم آپس میں سب بھائی بھائی بن جائیں ، اپنے اختلافات بھلا دیں ۔ اللہ تعالیٰ
نے ہمیں جو یہ ملک عطا فرمایا ہے اس کی حفاظت اسی طرح ہوسکتی ہے کہ
ہم اجتماعی حیثیت میں ایک قوم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ہی بڑا ۔
بہت ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی فضل فرمایا۔پینسٹھ میں فضل فرمایا۔ جب
بھی پاکستان پہ کوئی حالات خراب ہوئے میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ غیب سے
اللہ کی مدد کوئی آجاتی ہے اور پھر یہ ملک اٹھ کھڑا ہوجاتا ہے۔ لیکن اس وقت
جو مدد آئی یہ بہت ہی بڑی مدد ہے۔ اور اس میں ایک بات جو بہت ہی اچھی
ہے،خوش کی ہے کہ پوری قوم ایک جگہ جمع ہے۔ اور انشاء اللہ اگر یہ قوم ایک
جگہ جمع رہی پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کوئی
قوم نکل کھڑی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے ۔ رسو ل اللہ ﷺ جب
جنگ بدرمیں تشریف لے گئے تو ۳۱۳ آدمی تھے۔ ۳۱۳ آدمی تھے، دو گھوڑے تھے۔
تلواروں کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس آدھی تلوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ اور کسی
کے پاس تلوار تھی تو اس میں چیتھڑے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ جو تین سو تیرہ
میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی ان کے جسم پہ کپڑے نہیں تھے۔ لیکن رسول
اللہ ﷺ کے وہ تین سو تیرہ آدمی جانثاری کا جذبہ لے کر گئے تھے ایک تھے۔ حضور
قلندر بابا اولیا ایک دفعہ مجھ سے فرمایا عظیمیہ سلسلہ کی بات ہورہی تھی تو
انہوں نے کہا دیکھو بات یہ ہے کہ جب اللہ کے نام پر بندے جمع ہوتے ہیں تو وہ
ایک اور ایک دو نہیں ہوا کرتے۔ پھر وہ ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔ اگر بیچ میں
اللہ اور رسول ہے توجب دوبندے جمع ہونگے اللہ اور رسول کے نام پہ تو وہ دو
نہیں کہلاتے گیارہ کہلاتے ہیں۔اب گیارہ میں آپ ایک ایک بڑھاتے چلے جائیے۔ تین
ہوگئے تو ایک سو گیارہ ہوگئے۔ چار ہوگئے تو ....۔ اب آپ دیکھئے تین سو تیرہ
بندے مفلوک الحال بندے جب رسول اللہ ﷺ کی آواز پر متحد ہوگئے اور اللہ کے لئے
انہوں نے جان نثاری کا جو عمل تھا وہ سامنے رکھ دیا ، اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار

فرشتے نازل کردئیے۔ اور اس میں قرآن پاک میں ہے کہ وہ ایک ہزار آدمی ، بڑی
تیار فوج ، جن کے پاس گھوڑے بھی تھے ، جن کے پاس اونٹ بھی تھے ، تلواریںبھی
تھیں۔ ہر قسم کا اسلحہ بھی تھا۔ ان کے دلوںمیں اللہ نے تین سو تیرہ بندوں کا
رعب ڈال دیا۔ اور تین سو تیرہ بندے جس طرح فاتح ہوئے وہ تاریخ کا ایک سنہرا
باب ہے۔ اب بھی اسلام کی حفاظت کے لئے ، رسول اللہ ﷺ کے مشن کی حفاظت
کے لئے ، اپنی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے ہمارے پاس بنیادی عمل
ہمارا عقیدہ ہے۔ اور عقیدہ یہ ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہم چاہیں۔ اور اللہ
انتشار تفرقہ نہیں چاہتا۔ اللہ اتحاد کا مظاہرہ چاہتا ہے۔ ... واعتصموا بحبل
اللہ جمیعا ولا تفرقوا ... اللہ کی رسی کو جمع ہوکر پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ
نہ ڈالو۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم جو یہاں سنیں وہاں جاکر
اپنے دوستوں کو ، بھائیوں کو ، عزیزوں کو بھی بتائیں ۔یہ ضروری نہیں ہے کہ جو
آپ بتائیں گے سب سن لیں گے کہتے رہو، کہتے رہو ، کہتے رہو ، میں تو کہتا
ہوں اگر آدمی اپنی پوری زندگی میں دو آدمیوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا گیا تو وہ
تو گیارہ کو بنا گیا۔ تو اب یہ نہ سمجھئے کہ ہماری تو کوئی سنتا ہی نہیں ہے
بھئی نہ سنے۔تم اپنا کام کرتے رہو۔اللہ تعالیٰ نے بھی حضور پاک ﷺ سے فرمایا ،
رسول اللہ ﷺ نے جب بہت زیادہ لوگوں نے مزاحمت کی ، ان کی تردید کی، بہت
پریشان کیا، تکلیف پہنچائی تو حضور پاک ﷺ ذرا رنجیدہ خاطر ہوئے تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ... لست علیہم بمصیطر...اے ہمارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ ! آپ کو
ہم نے قوم کے اوپر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا کام ہے کہ آپ کہتے رہیں،
کہتے رہیں، وما توفیقی الاباللہ ... توفیق دینا اللہ کا کام ہے۔ جن صاحبان کو
وضو کرنا ہو وضو کرلیں۔ (اختتام)